مدرسہ کیا ہے؟

خطاب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

باہتمام

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ ھدایت جے پور

www.abulhasanalinadwi.org

پیشِ لفظ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اللہ تعالیٰ نے جامعۂ ہدایت کے سنگ بنیاد کی اس مبارک تقریب کے لئے سازگار حالات اور اسباب خیر پیدا فرمائے اور جامعۂ ہدایت کے قیام کے مبارک خیال کو عملی صورت میں ظاہر کرنے کی توفیق جس بندے کو عطا فرمائی اس پر جس قدر بھی اس قادرِ مطلق اور مسبب الاسباب کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

حضرت مولانا محمد عبدالرحیم زاد فیضہ کی مبارک خواہش پر ہندوستان کی مایۂ ناز ہستی قابل فخر علمی شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں سے "جامعہ ہدایت" کا سنگ بنیاد رکھا گیا یہ بابرکت اور خوشگوار ابتدا "جامعہ ہدایت" کے درخشاں مستقبل اور عظیم مقصد کی تکمیل کی طرف قدرت کا ایک حسین اشارہ ہے۔

۲۲؍شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۷؍اکتوبر ۱۹۷۶ء "جامعۂ ہدایت" کے سنگِ بنیاد کے مبارک موقع پر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ایک پُرمغز اور پُراثر تقریر فرمائی۔ جامعۂ ہدایت کے شعبۂ نشر واشاعت کی طرف سے افادۂ عام کے لئے اس تقریر کو کتابچہ کی شکل میں مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی عالمانہ بصیرت اور فاضلانہ

www.abulhasanalinadwi.org

عظمت کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کو ہے بلکہ آپ کی ذاتِ گرامی سے جو علمی فیضان کا سلسلہ جاری ہے اس سے یورپ، افریقہ، مشرق وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا کے کروڑوں علم دوست افراد فیضیاب ہو رہے ہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی گو بظاہر ایک ذات اور واحد شخصیت نظر آتی ہے لیکن حقیقتاً آپ بجائے خود ایک جماعت ہیں۔ آپ مخزن العلوم ہیں، آپ دینیات کا ایک بیش بہا، قابل قدر ادارہ ہیں، آپ ملک اور قوم کا قابلِ فخر سرمایہ ہیں، آپ کی زبان اور قلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عطا فرمایا ہے کہ آپ کی تحریر کا ہر جملہ نظر نواز ہوتے ہی دل میں اتر جاتا ہے اور آپ کی تقریر کا ہر فقرہ کانوں سے ٹکراتے ہی دل میں گھر کر جاتا ہے۔

پروردگار عالم نے اپنے فضل سے آپ کو اسی لئے نوازا ہے کہ اس کی نظر میں آپ کی خدا پرستی، دینداری آپ کا علوم دینیہ سے والہانہ شغف امتیازی شان رکھتا ہے اور آپ کی ہر قلمی کاوش اور دینِ متین کے بارے میں آپ کا ہر لفظ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مقبول ہے، اعلائے کلمۃ الحق آپ کا شعار ہے اسی لئے ہندوستان اور عالم اسلام کی ممتاز دینی اور علمی شخصیتوں میں آپ کا شمار ہے

آپ کی ذات گرامی کی بدولت آج ہندوستان کی وہ علمی روایات تازہ اور باقی ہیں جن پر ہندوستان کو بجا طور پر ناز تھا اور آج بھی آپ کی بدولت ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ ہندوستان کی علمی شان برقرار ہے۔ الحمدللہ ہندوستان کی تصنیفی روایات آپ کے دم سے اب بھی زندہ اور باقی ہیں، اور اسی لئے آپ کی ذات گرامی پر ہر علم دوست ہندوستانی جس قدر بھی فخر و ناز کرے کم ہے۔

شعبۂ نشر و اشاعت

"جامعہ ھدایت" پوسٹ بکس نمبر ۲ جے پور

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ راجستھان کا ایک یادگار دن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ (ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید)

جناب صدر، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب، مولانا عبدالحی فائز سید فاروق حسن صاحب، علمائے کرام، معززین راجستھان و حاضرین مجلس!

میں آپ حضرات کی اس عزت افزائی کا شکرگزار بھی ہوں اور اس سے محجوب اور شرمندہ بھی کہ آپ نے اس بڑے اعزاز کے لئے میری حقیر ذات کا انتخاب کیا۔ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ جب میں خطبۂ استقبالیہ میں اپنے متعلق بلند الفاظ سن رہا تھا۔ تو کس قدر پانی پانی ہو رہا تھا۔ ایاز قدر خوش شناس۔ اگر آدمی اپنی حقیقت نہیں پہچانتا تو وہ کچھ بھی نہیں پہچانتا۔ میں اس لحاظ سے اس نوخیز و نومولود جامعہ کی خدمت انجام دینے کی ضرور اہلیت رکھتا ہوں کہ میں ایک طالب علم ہوں میرا ایک علمی خاندان سے تعلق ہے اس میں میں کسی تواضع اور خاکساری کی ضرورت نہیں سمجھتا، اس راجستھان کے ایک مردم خیز علاقہ سے بھی میرا قدیم تاریخی تعلق

www.abulhasanalinadwi.org

رہا ہے یہ چیزیں میرے لئے ضرور سفارش کرتی ہیں لیکن جتنا بڑا اعزاز آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ ایک بڑی قبا ہے جو ایک حقیر جسم پر راست نہیں آتی اور جسم کی کوتاہ قامتی کا اعلان کرتی ہے اور اس کے لئے باعث شرمندگی ہے لیکن۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

میں اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کہ شاید یہ بھی کسی تصنع اور بے جا خاکساری پر محمول کیا جائے۔

خزاں رسیدہ انسانیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

حضرات! میں نے ابھی جو آپ کے سامنے آیت پڑھی ہے اس کا انتخاب میں نے قاری صاحب کی قرأت سے کیا ہے اور اس نے میری بڑی رہنمائی کی ہے اور قرآن مجید اسی طرح ہمیشہ رہنمائی اور مشکل کشائی کرتا رہا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ ھوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ وھوالولی الحمید ط

اللہ وہ ہے جو بارش کو نازل فرماتا ہے، حقیقت میں غیث کا ترجمہ "بارش" پورا ترجمہ نہیں ہے۔ غیث اس چیز کو کہتے ہیں جو عین وقت پر مدد کرے، عین وقت پر مشکل کشائی کرے، فریاد رسی کرے، دست گیری کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کسی جاں بلب مریض کے حلق میں آب حیات کے کچھ قطرے ٹپکا دئے جائیں، اس کو کوئی داروئے حیات مہیا کر دیا جائے۔ اسی طرح سے تپتی ہوئی، سُلگتی ہوئی، جلتی ہوئی اور دم توڑتی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی زمین پر اللہ تعالیٰ آبِ حیات کے قطرے برسایا کرتا ہے۔ ھوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا۔ وہ فریاد رسی فرماتا ہے اور زندگی کا سامان مہیا کرتا ہے، انسانوں کے لئے اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں ان کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوتی ہیں وہ بڑے ارمان اور حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی برسا کر سوکھی کھیتی کو ہرا کر دے

ھوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہٗ وھوالولی الحمید

اور اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیتا ہے اور اپنی رحمت کی ہوائیں چلاتا ہے اور وہ الولی الحمید ہے یہاں پر جن صفات کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بھی بڑی معنیٰ خیز ہیں اللہ کے سب نام اچھے ولہ الاسماء الحسنیٰ، اللہ کی سب صفات اعلیٰ اور بالا و برتر ہیں لیکن یہاں الولی الحمید کی صفات کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ اس مضمون سے اور اس انسانیت کی چارہ سازی اور مسیحائی سے اس کا خاص تعلق ہے

یہ انسانیت کس کی ہے؟ اللہ کی ہے! وہی اس کا والی و وارث ہے کوئی اپنی کھیتی کو سوکھا نہیں دیکھ سکتا، کوئی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی لگائی ہوئی کھیتی سوکھ جائے وہ "الولی" ہے وہی اس کا مالک بھی ہے اور پیدا کرنے والا بھی۔ "الحمید" ہے وہ حمد کا مستحق ہے جس کی شان حمید کی ہے۔ جس کی صفت حمید کی ہے اس کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مرض اور مسیحائی کے درمیان اٹوٹ رشتہ

حضرات! پیاس اور سیرابی، ضرورت اور اس کی تکمیل، مرض اور اس کی مسیحائی کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے کہ جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا یہ ازلی اور ابدی رشتہ ہے۔ جب تک پیاس ہے سیرابی ضرور ہے جب تک ضرورت ہے تکمیل ضرور ہے جب تک مریض ہے اس کے لئے دوا وعلاج سامان ضرور ہے۔ اسی طریقہ سے صحرا اور علم، صحرا اور ہدایت، ریگستان اور ہدایت کے درمیان بھی ایک ایسا مخفی، ایسا لطیف اور ایسا قدیم اور دائمی رشتہ ہے جس کی شہادت قرآن مجید سے بھی ملتی ہے، تاریخ انسانیت سے بھی ملتی ہے اور انسانی تجربات سے بھی ملتی ہے، آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب ساری دنیا پر خزاں کا دور دورہ تھا جب انسانیت کی پوری کھیتی انبیاء علیہم السلام کی لگائی ہوئی کھیتی اور انبیاء علیہم السلام کی ہزاروں برس کی کوششوں پر پانی پھر رہا تھا جب انسانیت کی یہ کھیتی سوکھ رہی تھی جب انسانیت دم توڑ رہی تھی اور دیکھنے والوں کو صاف نظر آرہا تھا۔

اس کے لئے کسی خاص بصیرت کی بھی ضرورت نہیں تھی معمولی بصارت بھی کافی تھی کہ کوئی گھڑی ہے کہ ٹل رہی ہے، چند گھنٹوں، چند منٹوں میں، یہ انسانیت دم توڑ دے گی اور یہ اس کا دم واپسیں ہے۔

اس وقت دنیا میں بڑے لہلہاتے ہوئے ملک تھے، گل وگلزار شہر تھے، وہ ملک بھی تھے جو ہزاروں برس سے تہذیب وتمدن کا مرکز چلے

آرہے تھے جہاں علم کی ہوائیں چلتی تھیں، جہاں علم کی عطر بیزی تھی، جہاں کی زمین سے علم اُگلتا تھا۔ اور جہاں کا آسمان معلوم ہوتا ہے کہ علم برساتا تھا لیکن سارے ممالک انسانیت کی چارہ سازی اور انسانیت کی مسیحائی سے قاصر ہی نہیں تھے بلکہ باغی تھے، منکر تھے، بلکہ وہ انسانیت کے درد میں اضافہ کرنے والے تھے، آپ اگر اس وقت کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسانیت جس سے فریاد کر رہی تھی، انسانیت جس کے خلاف مدعی بنی ہوئی تھی، انسانیت جس کی گریباں گیر تھی، یہ وہی بگڑا ہوا تمدن تھا، یہی منحرف علم تھا، یہ وہی شاطر عقل تھی، وہی چالاکی تھی، وہی دانشمندی تھی، جس نے غلط رخ اختیار کر لیا تھا، جس نے تعمیر کے بجائے تخریب کا رخ اختیار کر لیا تھا، اس وقت یونان بھی تھا، ایران بھی تھا اور ہمارا ملک ہندوستان بھی تھا، یورپ کو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس وقت جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا لیکن چھٹی صدی مسیحی یا ساتویں صدی مسیحی میں یہ ملک تہذیب و تمدن کا بڑا مرکز تھا ان لوگوں کی طرف انسانیت کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں کہ ان کی طرف سے کوئی باد بہاری کا جھونکا آئے، ان کی طرف سے جاں نوازی مسیحائی نفسی کی کوئی کوشش ہوگی، یونان کی طرف آنکھیں لگی ہوئی تھیں، اس نے فلسفہ دیا لیکن وہ انسانیت کے درد کا درماں نہ تھا ہندوستان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے حساب اور علم ریاضی دیا مگر یہ انسانیت کے مرض کی دوا نہ تھی۔ ایران کی طرف اس کی نظر لگی ہوئی تھی۔ اس نے سپہ گری اور شاعری دی مگر یہ بھی انسانیت کے درد کی دوا نہ تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے

اس وقت تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہوا کہ صحرائے عرب سے اللہ کی رحمت کے وہ بادل اٹھے، اللہ کی رحمت کے دریا میں وہ جوش آئے اور وہاں سے وہ موج چلے موج نور چلے جو ساری دنیا کو زندہ کردے۔

صحرا کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے نہیں کیا کہ وہ اس کا سب سے زیادہ محتاج تھا اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا یہ تماشا دکھانا تھا کہ وہ صحرا جو پانی کے ایک قطرے کو ترستا ہے ساری دنیا کو سیراب کرسکتا ہے، وہاں خدا نے کسی دانشمند اور فلسفی کو بھی پیدا نہیں کیا، صحرا کا بھی انتخاب کیا اور صحرا کے نبی کا بھی انتخاب کیا، اس صحرا میں اور صحرا کے نبی میں بھی ایک لطیف رشتہ تھا اور خاص مناسبت بھی صحرا عرب کا اور نبی امی کا کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی کہ دنیا کے دانشور اس کی تاویل کرسکیں۔ اور کوئی علت معلول کا ایسا مخفی رشتہ تلاش کرسکیں اور اس کی ایسی تشریح کرسکیں کہ جس کو علم و فلسفہ قبول کرسکے آپ کہہ سکیں کہ ایک عالم نے دنیا کو علم دیا اور ایک گل و گلزار ملک نے دنیا کو بہار کا پیغام دیا۔

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے اور نبی امی وہ علم عطا کرتا ہے جو علم ہی نہیں علم گر اور علمار گر ہے۔ وہ علم تنہا علم نہیں تھا بلکہ وہ تعلیم بھی تھا اس میں معلم بنانے کی بھی طاقت تھی۔ کسی ایک شخص کو معلم نہیں پوری امت کو معلم بنانے کی اس میں صلاحیت تھی، صحرا عرب کا سا صحرا اور پیغمبر نبی اُمی جیسا پیغمبر اللہ تعالیٰ نے

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دکھا دیا کہ ہماری قدرت اور ہماری کارسازی اسباب کی محتاج نہیں ہے وہ بلاسبب اور ساری دنیا کے تجربات اور ساری دنیا کے قیاسیات کے خلاف کام کر سکتی ہے۔ پھر کیا ہوا۔ اقبال سے بہتر الفاظ میں اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا ؎

از دم سیراب آں امّی لقب
لالہ است در ریگ صحرائے عرب

اس امّی لقب کے لب نوشین سے آب
حیات کا وہ قطرہ ٹپکا جس سے صحرائے عرب
کے جگر کو پھاڑ کر وہ پھول کھلا، وہ گلاب کا
پھول کھلا جس نے ساری دنیا کو معطر کر دیا

ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

حضرات! اللہ تعالیٰ اپنی یہ نشانی ہمیشہ دکھاتا رہا ہے۔ اور جب سے علم کے دنیا میں پھیلنے کا اور سیرابیت کے عام ہونے کا یہ سلسلہ صحرا سے شروع ہوا اس کے بعد سے صحرا اور گلزار کی کوئی قید نہیں رہی، نبی ای کا یہ معجزہ مختلف زبانوں میں، مختلف ملکوں میں، مختلف وقتوں، مختلف حالات میں برابر ظاہر ہوتا رہا۔ آپ اسی ہندوستان کو لے لیجئے، بلکہ اسی صحرائے راجستھان کو لیجئے، جس کو ہم پہلے راجپوتانہ کا صحرائے ریگستان کہتے تھے۔ یہاں بھی جب مسلمان آئے تو انہوں نے علم کے دریا بہا دئیے ؎

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے صرف دہلی کو، صرف لاہور کو، ملتان کو یا صرف لکھنؤ اور جونپور ہی کو شیراز کا ہمسر نہیں بنایا بلکہ ناگور اور اخیر دور میں آپ کے قریبی شہر ٹونک کو بھی انہوں نے علم کا ایک مرکز بنا دیا، آپ اپنے اس راجستھان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں ہماری تاریخی بے مائگی اور ہمارے علم کی کوتاہی ہو گی اگر ہم یہ سمجھیں کہ راجپوتانہ کا ہندوستان کی علمی تحریک اور ہندوستان کی علمی کوششوں کی تاریخ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس نے ایک قائدانہ کردار ادا کیا ہے، دورِ اول میں ناگور اور دورِ آخر میں ٹونک نے اپنے امتیاز کا سکہ بٹھا دیا اپنے علماء کی ذہانت اور تبحر کا اور ان کے علمی شغف کا لوہا منوالیا۔ ناگور کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دربار اکبری کی زینت وہ فاضل نوجوان ہیں جن کو دنیا ابوالفضل اور فیضی کے نام سے جانتی ہے جو ملا مبارک ناگوری کے بیٹے تھے اگرچہ ہمیں ان کے خیالات سے پورا اتفاق نہیں اور ان کی تاریخ پر تاریخ ہی ہیں بہت سے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب وہ خدا کے یہاں پہنچ گئے ہیں لیکن جہاں تک ان کے تبحر علمی، ان کے علمی تفنن اور ان کی ذہانت کا تعلق ہے، جہاں تک فیضی کی شاعری اور ابوالفضل کے زورِ قلم، آئین سازی اور تاریخ نویسی کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آخری دور میں جب ٹونک میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہوئی تو ہمارا قریب کا یہ شہر جس کو شاید راجستھان کے باہر بہت کم لوگ جانتے ہوں گے وہ بھی بہت بڑا علمی مرکز بن گیا اور وہاں ایسے علماء پیدا ہوئے کہ جن سے فیض حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے لوگ آتے تھے علامہ حیدر علیؒ ٹونکی

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر ان کے بعد جو جید اور سرآمد روزگار علماء پیدا ہوئے اگر آپ ان کے حالات پڑھنا چاہتے ہیں تو اردو ہی میں نہیں بلکہ عربی کی کتابوں میں بھی ان کے حالات ملیں گے جو اس وقت عالم اسلام کے تمام کتب خانوں میں موجود ہیں، آخری دور میں مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونکی کا نام لیتا ہوں جن کے ذکر سے ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے جیسا کہ میرے تعارف میں کہا گیا ہے کہ میں مشرق وسطی کے عرب ملکوں سے قریبی تعلق رکھتا ہوں اور میں وہاں آتا جاتا رہتا ہوں، وہاں کی علمی مجلسوں، اور وہاں کی جامعات کو بھی خطاب کرنے کا مجھے موقع ملا ہے جب بھی مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونکی کے علمی امتیاز اور علمی کارنامہ کا ذکر کیا تو لوگوں کے چہرے پر ایک حیرت اور آنکھوں میں ایک تجسس کی کیفیت پیدا ہو گئی ہندوستان کی سرزمین میں، وہ ٹونک کو نہیں جانتے وہ راجستھان کو بھی نہیں جانتے وہ ہندوستان کو جانتے ہیں (الهند) تحتی براعظم ہندوستان نے اتنا بڑا مصنف پیدا کیا جس نے مصنفین کے کارناموں کو زندہ کر دیا مصنفین ہی نہیں بلکہ ان مصنفین کے کارناموں کو زندہ کر دیا۔ معجم المصنفین کے نام سے انہوں نے ایک کتاب لکھی۔ جہاں تک میری تحقیق اور میری معلومات ہے۔ بیس ہزار صفحات میں وہ کتاب لکھی گئی کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ یہ تنہا ایک شخص کا کارنامہ ہے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ یورپ میں ایک اکیڈمی کام کیا کرتی ہے ہمارے یہاں مسلمانوں میں ایک آدمی کام کرتا تھا۔ اس ایک آدمی نے ایک اکیڈمی کا کام کیا معجم المصنفین نے صرف ہندوستان ہی کے مصنفین کو زندہ نہیں کیا بلکہ تمام عالم اسلام کے مصنفین کو جن کا زمانی رقبہ پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک اور

www.abulhasanalinadwi.org

جن کا مکانی رقبہ مکہ اور مدینہ سے لے کر انڈونیشیا، بدخشاں، ختن اور تاشقند تک ہے ان کے حالات پر سے پردہ اٹھایا۔

افسوس ہے کہ اس کی چند ہی جلدیں شائع ہو سکیں لیکن پھر بھی اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ہے یہ میں آپ کے اس راجستھان نہیں بلکہ اسی جے پور کی جہاں آج جامعۂ ہدایت کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ اس سے چند میل کے فاصلہ پر جو ایک گمنام سا شہر ہے میں اس کی ایک تنہا شخصیت کا کارنامہ بیان کر رہا ہوں

تو صحرا کا علم سے اور تصنیف سے اور تحقیق سے ایک خاص رشتہ ہے اور یہ رشتہ جو عرب کے اس نبی امّی کے ذریعہ قائم ہوا ہے یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

اور آج بھی آپ اس جنگل میں جو منگل دیکھ رہے ہیں، آج آپ کو جو اتنی صورتیں یہاں نظر آ رہی ہیں، آج آپ کو اس اسٹیج پر جو معززین نظر آ رہے ہیں یہ بھی درحقیقت اسی نبی امی کا فیض ہے، قیامت تک جو کچھ ہوگا اسی کے طفیل ہوگا۔ اس نے جو علم کی شمع روشن کی تھی۔ ع

ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

جہاں بھی آپ کو کوئی علم کی شمع جلتی نظر آئے گی اسی شمع اسی دیئے سے جلایا ہوا دیا ہوگا، یہاں جو شمع ہدایت آپ دیکھ رہے ہیں، جہاں پر جس جامعہ ہدایت کے نام سے یہاں آپ جمع ہوئے ہیں یہ اسی ہادئ برحق اور اسی ہادئ کامل کی شمع ہدایت کا پرتو ہے جو آپ کو نظر آ رہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

علمائے ہند کی علمی خدمات

حضرات! یہ جامعہ ہدایت کن بنیادوں پر قائم ہو رہا ہے؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا کیا پیغام ہے؟ یہ کس ضرورت کی تکمیل کرے گا؟ یہ کس خلا کو پُر کرے گا؟ اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مدرسہ ہے کیا چیز! مدرسہ کی کیا ضرورت ہے؟ مدرسہ کی معنویت اور اس کی قدر و قیمت کیا ہے؟ کیا ان بلند و بالا جامعات کی موجودگی میں جن کا ایک نمونہ یہاں آپ کو راجستھان یونیورسٹی کی شکل میں بھی نظر آئے گا اور یہاں کالجوں کی شکل میں بھی نظر آئے گا ان عصری جامعات کی موجودگی میں ایک جامعۂ ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ ایک عربی مدرسہ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے متعلق نہایت موزوں طریقہ پر مولانا عبدالحی صاحب فائز نے بتلایا عربی زبان کی اہمیت بتلائی، عربی زبان کی اہمیت اب سب کو تسلیم ہے ایک زمانہ تھا کہ جب ندوۃ العلماء نے عربی زبان کی اہمیت کی آواز بلند کی اور آج سے ۸۵-۹۰ سال پہلے یہ کہا کہ عربی زبان ایک زندہ زبان ہے، اس کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے سیکھنا چاہئے اور اہل زبان کی طرح اس میں کمال پیدا کرنا چاہئے، یہ آواز اس وقت اس طرح بلند کی گئی جیسے کوئی جنگل میں آواز لگائے اور اس کا کوئی سمجھنے والا نہ ہو، آج زمانہ نے سیاسی انقلابات نے ثابت کر دیا اور دنیا کی ترقی نے اس بات کو سچ ثابت کر دیا اور عربی زبان کی اہمیت پر جو ان روشن ضمیر علماء نے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے سمجھی تھی، زمانہ نے مہرِ تصدیق

www.abulhasanalinadwi.org

ثبت کردی، آج عربی زبان کے بغیر گاڑی نہیں چلتی، آج عربی زبان کسی کو آتی ہے
تو وہ ابن بطوطہ کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک سفر کرتا چلا جائے۔
تو عربی زبان سے کام لے سکتا ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ جب میں کالی کٹ
گیا اور وہاں ایک ہی مرتبہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا تو میں مجبور تھا کہ وہاں عربی
زبان کے ذریعہ تبادلۂ خیال کروں، اردو وہ حضرات سمجھتے نہیں، اردو جس پر ہم کو
آپ کو بڑا ناز ہے اور جس میں آپ نے ایسا فصیح و بلیغ سپاسنامہ یا خطبۂ استقبالیہ
سنایہ اردو کیرالہ کی حد تک بالکل نامانوس ہے میں ہندوستان کا ایک شہری
اپنے ہندوستانی بھائیوں سے اپنے اظہار مافی الضمیر کے لئے اپنے خیالات
ان تک پہونچانے کے لئے اس پر مجبور تھا کہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے انگریزی
میں گفتگو کروں اور وہاں کے دیندار لوگوں اور مسلمانوں سے عربی میں گفتگو
کروں، خود اس عربی زبان کا سکہ چل رہا ہے اور اس عربی زبان میں یہاں ہندوستان
میں جو کچھ کام ہوا اس کے متعلق اس وقت کیا عرض کروں کہ اس وقت کا یہ موضوع
نہیں ہے، اس پر مستقل تصنیفات ہیں کہ ہندوستان نے عربی زبان کو مالامال کر دیا
اور بعض گوشے ایسے ہیں کہ جس پر تنہا ہندوستان کا کنٹری بیوشن (CONTRIBUTION)
ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے اس موضوع کو شروع بھی کیا اور ختم بھی کیا، میں
مثال کے طور پر کہتا "علمی اصطلاحات" نہایت نازک مسئلہ ہے جس طریقہ سے
کہ جہاز کا قطب نما یا جہاز کا درست کرنے والا آلہ ہوائی جہاز کا یا بحری جہاز کا
ہوتا ہے کہ اس میں اگر سوئی یا بال برابر بھی ہٹ جائے تو جہاز راستہ بھول جائے
گا۔ غلط راستہ پر پڑ جائے گا۔ اس طرح علمی اصطلات کی نوک پلک اتنی

www.abulhasanalinadwi.org

نازک ہے کہ ان کی تشریح میں ذرا سی بھی غلطی ہوجائے تو پورا کا پورا فن آدمی کیلئے چیستان بن جائے گا۔ اس نازک موضوع پر دو بہترین کتابیں تیرہ سو برس میں دنیا میں لکھی گئی ہیں۔ وہ دو ہندوستانی عالموں کی ہیں۔ (۱) **کشاف اصطلاحات الفنون** مولانا محمد علی تھانوی کی جو بارہویں صدی کے ایک عالم تھے۔ (۲) **دستور العلماء** مولانا قاضی عبد النبی احمد نگری کی جو غالباً بارہویں صدی کے ایک عالم تھے یہ دونوں کتابیں تنہا ہندوستانی عالموں کے قلم سے نکلی ہیں۔

اس طریقہ سے حدیث کے مفردات کی شرح میں سب سے مستند، سب سے وسیع اور سب سے بڑی کتاب جو جامع ہے تمام کتابوں کی وہ ایک ہندوستانی عالم فخر ہندوستان علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی کے قلم سے **مجمع بحار الانوار** کے نام سے نکلی ہے، جس کو سارا عرب جانتا ہے اور اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب سے اس نے مستغنی کردیا ہے اور میں بڑے فخر اور شکر کے ساتھ آپ کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں کہ خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کو جو سعودی عرب میں ڈیڑھ سو دو سو برس سے رہتے ہیں لیکن ہندوستان سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑا نہیں ہے نہ ہندوستان کی زبان سے نہ ہندوستان کی تہذیب سے۔ خدا نے انہیں کو توفیق دی کہ پہلی بار خوبصورت عربی ٹائپ میں وہ اس کتاب کو شائع کریں، میرا اندازہ یہ ہے کہ ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان رقم اس پر صرف ہوئی ہوگی یہ آپ کے پٹنی تاجروں کا کارنامہ ہے کہ جن کا جدہ میں اور مکہ میں اور ریاض اور مدینہ میں بڑا تجارتی کاروبار ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کس درد کی دوا ہے

میں اب آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مدرسہ کس درد کی دوا ہے یہ مدرسہ جو قائم ہو رہا ہے خدا اس پودے کو پروان چڑھائے اور اس کو ایک شاداب اور سایہ دار درخت بنائے جس کے نیچے نسلیں آرام پائیں۔ اور اس سے ہدایت حاصل کریں یہ جامعہ کس خلا کو پُر کرتا ہے۔ کس ضرورت کی تکمیل کرتا ہے۔

حضرات! صحیح دینی مدرسہ کے بارے میں میرا نقطۂ نظر بہت سے بھائیوں سے اور اُن پڑھے لکھے دوستوں سے مختلف ہے جو مدرسوں سے واقفیت کا دعویٰ رکھتے ہیں، یا اس سے تعلقات رکھتے ہیں، میں مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں سمجھتا میں مدرسہ کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، میں اس سطح پر آنے کو کے لئے تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقہ سے پڑھنا لکھنا سکھانے یوں کہنا چاہئے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھاتے کا ایک مرکز ہے۔ جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں۔ میں اس کو مدرسے کے لئے ازالۂ حیثیت عرفی کے مرادف سمجھتا ہوں، یعنی اگر میں مدرسہ کا وکیل ہوں یا میں خود مدرسہ بن جاؤں تو میں اس پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ قائم کر سکتا ہوں اگر کوئی مدرسہ کو صرف اتنا حق دینے کے لئے تیار اور مدرسہ کو صرف اتنا ماننے کیلئے تیار ہے کہ صاحب جیسے پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کیلئے بہت سے کارخانے ہیں بہت سے مرکز ہیں کوئی اسکول

کہلاتے ہیں کوئی کالج کہلاتے ہیں ان کے مختلف معیار اور مختلف سطحیں ہیں۔
اسی طریقہ سے مدرسہ بھی عربی زبان یا عربی علوم وفنون، فقہ اور دینیات، تفسیر وحدیث سکھانے کا ایک مرکز یا ایک کارخانہ ہے۔ میں مدرسہ کو نائبین رسول وخلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ وبقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں میں مدرسہ کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں جس طرح فیکٹریاں ہوتی ہیں مختلف قسم کی کوئی گن فیکٹری ہوتی ہے کوئی شوفیکٹری ہوتی ہے کوئی کسی اور قسم کی مشین ڈھالتی ہے ہیوی الیکٹرک کے سامان پیدا کرنے کے بہت سے کارخانے ہیں ہم ان کی بہت قدر کرتے ہیں۔ ہم ان کی ملک میں ضرورت تسلیم کرتے ہیں۔ ہم اُن کی تحقیر نہیں کرتے، لیکن چیزوں کے مختلف درجے ہوتے ہیں، مدرسہ اس طرح کے پڑھے لکھے آدمی پیدا کرنے کا مرکز اور انسان نہیں، مدرسہ ایسے لوگ پیدا کرنے کا مرکز ہے جن کا ابھی آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ مدرسہ ایسا کر رہا ہے یا نہیں اور ہر مدرسہ یہ کرنا چاہتا ہے یا نہیں اس کا اس اصولی بحث سے کوئی تعلق نہیں، میں مدرسہ کے ایک خادم کی حیثیت سے اور مختلف مدارس سے تعلق رکھنے والے کی حیثیت سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ بہت سے مدارس یہ فرض انجام دینے سے قاصر ہیں یا قاصر ہو گئے ہیں۔ پہلے یہ فرض انجام دیا کرتے تھے اب یہ فرض وہ انجام نہیں دے رہے ہیں کیوں؟ لیکن مدرسہ کو کیا فرض انجام دینا

www.abulhasanalinadwi.org

چاہئے، مدرسہ کا فرض کیا ہے؟ مدرسہ کے سپرد کونسا کام کیا گیا ہے؟

مدرسہ کا شجرۂ نسب

حقیقی مدرسہ کی بنیاد اور پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی ہے، پہلے مدرسہ کی بنیاد قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی، قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی، دہلی اور لکھنؤ میں نہیں رکھی گئی، فرنگی محل، ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی، پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی اور اس مدرسہ کا نام صفہ تھا۔ آپ مجھے معاف کریں میں مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ اور عالی نسب مدرسہ اسی کو سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر جاکر ختم ہو اور میں اسی مسجد کو صحیح النسب مسجد سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب کعبۂ ابراہیمی پر جاکر ختم ہو اور مسجد نبوی پر ختم ہو، میں اس کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ بولنا نہیں چاہتا کہ وہ مسجد کیا کہلائے گی؟ لیکن قرآن مجید نے بتادیا ہے ہمیں اور آپ کو کوئی نیا لقب ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں وہ مسجد مسجد ضرار کہلائے گی جس کا شجرۂ نسب ابراہیم و محمد علیہما السلام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر ختم نہیں ہوتا۔

اور وہ مدرسہ مدرسہ نہیں بلکہ انسانیت کی قتل گاہ کہلائے گا جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر ختم نہیں ہوتا مسجد نبوی پر ختم نہیں ہوتا، ابوذرؓ و سلمانؓ پر ختم نہیں ہوتا، صدیقؓ و علیؓ پر ختم نہیں ہوتا، زیدؓ اور سیدہ عائشہؓ پر ختم نہیں ہوتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان مبلغان دین، ان ہادیان انسانیت، ان پیشوایان عالم پر ختم نہیں ہوتا جنھوں نے ہدایت کا پیغام دیا، جنھوں نے قربانی کا پیغام دیا، جنھوں نے خود نقصان اٹھاکر دوسروں کو نفع پہونچانے کا پیغام دیا، کہ اپنا زیاں مقصود ہے اور اپنا زیاں گوارہ ہے، لیکن دوسروں کا زیاں گوارہ نہیں، جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ اپنے گھر میں اندھیرا رکھ کر دوسروں کے گھروں میں روشنی کا انتظام کرو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر (اس لئے کہ ان کا سلسلہ انھیں پر ختم ہوتا ہے، جنھوں نے غزوۂ خندق میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے تھے) دوسروں کے بچوں کا پیٹ بھرنے اور ان کو کھلانے کا انتظام کرو، جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ مدرسہ کا کام ملازمت دلانا نہیں ہے، مدرسہ کا کام آسامیاں بانٹنا نہیں ہے، مدرسہ کا کام ایسا پڑھا لکھا انسان بنانا جو اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو مسحور کرے نہیں ہے، مدرسہ کا کام قرآن سنانا ہے۔ جب کہ دنیا میں ہر حقیقت کا انکار کیا جا رہا ہو اور یہ کہا جا رہا ہو کہ سوائے طاقت کے کوئی حقیقت ہے ہی نہیں، جب دنیا میں بلا محابہ ڈنکے کی چوٹ پر کہا جا رہا ہو کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت زندہ ہے اور سب حقیقتیں مر چکیں، اخلاقیات مر چکے، صداقت مر چکی، عزت مر چکی، غیرت مر چکی، شرافت مر چکی، خودداری مر چکی، انسانیت مر چکی، صرف ایک حقیقت باقی ہے اور وہ نفع اٹھانا اور اپنا کام نکالنا ہے۔ وہ ہر قیمت پر عزت بیچ کر، شرافت بیچ کر، ضمیر بیچ کر، اصول بیچ کر، خودداری بیچ کر صرف چڑھتے سورج کا پجاری بننا ہے، اس وقت مدرسہ اٹھتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ انسانیت مری نہیں ہے، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ نقصان میں نفع ہے، ہار جانے میں

www.abulhasanalinadwi.org

جیت ہے، بھوک میں وہ لذت ہے جو کھانے میں نہیں، اس وقت مدرسہ
یہ اعلان کرتا ہے کہ ذلت بعض مرتبہ وہ عزت ہے جو بڑی سے بڑی عزت میں
نہیں، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی
طاقت ہے، سب سے بڑی صداقت حق کی صداقت ہے یہ ہے مدرسہ
کا کام اور اگر مدرسہ یہ کام چھوڑ دے اور دنیا کے سارے کام کرنے لگے تو وہ مدرسہ
مدرسہ کہلانے کا مستحق نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جامعۂ ہدایت کا صحیح سنگ بنیاد
اسی پر رکھا جا رہا ہے۔ میرے گنہگار ہاتھوں سے نہیں رکھا جا رہا ہے۔ محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے رکھا جا رہا ہے، اور ان تمام
ہادیانِ انسانیت کے ہاتھوں سے رکھا جا رہا ہے اور رکھا جا چکا ہے، یہ
کوئی نیا واقعہ نہیں۔ یہ واقعہ سیکڑوں بار پیش آچکا ہے اور دنیا کے چپہ چپہ پر
جامعۂ ہدایت موجود ہے۔ جب تک یہ دین زندہ ہے۔ جب تک انسانیت
کے اندر کوئی سانس اور رمق باقی ہے۔ اس کے اندر حقیقی انسانیت کی
رمق باقی ہے اس وقت تک دنیا کا کوئی گوشہ جامعۂ ہدایت سے خالی نہیں
یہ جامعۂ ہدایت درحقیقت ان حقیقی جامعات ہدایت کے خاندان کی ایک
فرد ہے، یہ کسی چیز کا آغاز نہیں، ایک تسلسل ہے، وہ تسلسل جو دنیا میں کسی
بڑی سے بڑی چنگیزی، بڑی سے بڑی کسروی و قیصری، بڑی سے بڑی
شہنشاہی اور زور شمشیر سے اس کی لائی ہوئی مصیبت کے زمانے میں
بھی کبھی نہیں ٹوٹا۔ مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے انسان پیدا کرے جو اس
پست سطح سے بلند ہوں کہ قیمت لگائیے ہم سب کچھ بیچنے کو تیار ہیں آج

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا نیلام کی منڈی کے سوا کچھ نہیں، کہاں کا مدرسہ اور کہاں کا کتب خانہ کہاں کے اصول، اور کہاں کے معیار، ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا ایک بازار ہے اس میں ہر ایک اپنا جنس ہنر، اور اپنا جنس کمال ہاتھ پر رکھے ہوئے بیچنے کے لئے آیا ہے، لیکن ہم اس نقطۂ نظر کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دنیا محض ایک بازار ہے، ایک منڈی ہے، یہاں جو آئے مال لے کر جائے اور بیچے، صرف مسئلہ قیمت کا ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو بیچنے میں کچھ دیر لگ جائے، اس لئے نہیں کہ اس کو اپنا جنس کمال اور اپنا جنس مذہب اور اپنا جنس اخلاق زیادہ عزیز ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے منہ مانگے دام نہیں مل رہے ہیں۔

جب انسانیت پر زوال آیا، جب اخلاقیات پر زوال آیا اور جب لوگوں کو یہ نظر آنے لگا کہ یہ جو حق و باطل کی بات کہی جاتی تھی یہ محض تاریخی داستان ہے اور محض زیب داستان کے لئے کہی گئی ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں ہے۔ حق و باطل کوئی چیز نہیں ہے۔ حلال و حرام کوئی چیز نہیں ہے، کفر و ایمان کوئی چیز نہیں، غلط و صحیح، صواب و ناصواب کوئی چیز نہیں ہے اصل چیز تو پیسہ ہے، اصل چیز تو طاقت ہے، اصل چیز عہدہ ہے، اصل چیز مواقع ہیں، اس وقت مدرسہ نے ایسے لوگ پیدا کئے، کوئی ایسا آدمی لا کھڑا کر دیا، ایسا بلند قامت انسان، ایسا کوہ وپیکر انسان جس نے کہا کچھ نہیں ہم نہیں جانتے! اور اگر کسی کو اعتبار نہیں آتا تو ہمیں خرید کر دیکھ لے، اگر وہ ہمیں خرید سکتا ہے تو ہم مان لیں گے کہ دنیا میں اخلاقیات کوئی چیز نہیں اور ان

www.abulhasanalinadwi.org

سب پر مکمل زوال آچکا ہے، مدرسہ نے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کئے ہیں۔

میں آپ کو چند مثالیں دیتا ہوں کہ مدرسہ کیسے آدمی پیدا کرتا ہے، اس تھوڑے سے وقت میں جب کہ آپ کو اس تقریب میں بھی شرکت کرنا ہے۔ اور آپ دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں مدرسہ کی پوری کارگذاری آپ کو نہیں سنا سکتا، اس کو اگر آپ کو دیکھنا ہو تو مدرسوں کی تاریخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ایک ایک مدرسہ پر ضخیم ضخیم جلدیں لکھی گئی ہیں۔ میں مراکش گیا تھا، رباط گیا تھا تو کئی جلدوں میں مجھے جامعۃ القرویین کی تاریخ دی گئی، نہایت اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور تصویروں سے مزین کئی ضخیم جلدوں میں صرف جامعۃ القرویین کی۔ ایسے ہی ازہر کی تاریخ آپ پڑھیں، ہمارے یہاں دارالعلوم دیوبند کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، ندوۃ العلماء کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، فرنگی محل کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں تو موجود ہیں۔ میں آپ کے سامنے چند مثالیں دیتا ہوں،

یہ ہے مدرسہ کی شان

امام مالک کا زمانہ ہے اور ساری دنیا میں علم کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اور بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے کوئی شخص یہ کہے کہ حدثنا مالکؒ بن انس، حدثنا مالکؒ یہ اس وقت کا سب سے بڑا اعزاز تھا کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی کہے حدثنا مالکؒ۔ سب کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور سب سر اٹھا کر دیکھنے لگتے تھے کہ وہ کونسا خوش نصیب انسان ہے۔ جس کو امام مالک سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، ان امام مالک کو آخری اموی دور

www.abulhasanalinadwi.org

اور ابتدائی عباسی خلافت کے زمانہ میں اپنی مسند درس بچھائے بیٹھے تھے۔ مدینہ طیبہ کے محدود شہر میں، ان کے پاس پیام آتا ہے کہ آپ دربار میں زحمت فرمائیں اور خلیفہ کے صاحبزادوں کو سبق پڑھا دیں یعنی شہزادہ امین و مامون کو کچھ سبق پڑھا دیں انہوں نے فرمایا کہ آپ کے گھر سے اس علم کی توقیر و عزت کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ آپ کے گھر سے لوگوں نے علم کی توقیر کا سبق سیکھا ہے اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کی تذلیل ہو یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے علم کسی کے پاس نہیں جاتا، چنانچہ امین و مامون وہاں گئے اور انہوں نے امام مالک سے درس لیا، یہ ہے مدرسہ کی شان، یہ میں نے آپ کے سامنے ایک نمونہ رکھا۔

دوسرا نمونہ دیکھئے:۔

حضرت عطاء کا یا طاؤس کا واقعہ ہے کہ انہوں نے منصور کو ایک مرتبہ نصیحت کی، منصور سے کہا، اور لوگ بھی وہاں مجلس میں بیٹھے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کپڑے سمیٹنے شروع کئے، اپنا دامن سمیٹنا شروع کیا کہ ابھی جلاد کو حکم ہوتا ہے اور ان کا سر قلم کر دیا جاتا ہے تو کم سے کم ان کے خونِ ناحق کے چھینٹے ہمارے دامن پر تو نہ پڑیں۔ وہ کہتے تھے کہ ہم بس سہمے کھڑے ہوئے تھے کہ کیا حکم ہوتا ہے، منصور نے کہا کہ ذرا یہ قلم دوات رکھا ہوا ہے اٹھا دیجئے وہ ان کے قریب تھا، انہوں نے کہا میں نہیں اٹھا سکتا۔

"کیوں ـــــ ؟"

انہوں نے کہا مجھے یہ اطمینان نہیں ہے کہ آپ اس سے کیا لکھیں گے۔

ممکن ہے کہ آپ خدا کو ناخوش کرنے والی چیز لکھیں، میں اس میں شریک ہونا نہیں چاہتا، وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اپنا دامن سمیٹا کہ اب حکم ہوتا ہے جلاد کو، لیکن ہیبت حق کا یہ حال تھا کہ منصور نے کوئی حکم نہیں دیا، یہ میں نے آپ کو دوسرا واقعہ سنایا۔

اب میں تیسرا اور آخری واقعہ سناتا ہوں۔ اس سے آپ سمجھیں کہ علم کی کیا شان ہے۔ ایک بزرگ تھے ابھی سو برس پہلے کا قصہ ہوگا جو دمشق کی جامع مسجد جامع اموی میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے، اتفاق سے اس دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی، اور گھٹنے میں تکلیف تھی اور وہ پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاذ پشت بہ قبلہ ہوتا ہے اور اس کے شاگرد سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں تو ان کا چہرہ دروازے کی طرف تھا اور پشت قبلہ کی طرف تھی اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے۔ اس وقت کا ایک مشہور بانی سلطنت مصر خدیوی سلطنت جو ابھی فاروق پر ختم ہوئی ہے، ابھی پندرہ بیس برس پہلے اس کا بانی تھا، محمد علی پاشا اس کا بیٹا تھا۔ ابراہیم پاشا وہ اس زمانہ میں بڑا سفاک اور جلاد مشہور تھا، وہ شام کا گورنر تھا اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر تھے اس کو خیال ہوا کہ میں حضرت کا درس جا کر سنوں اور ملاقات کروں۔ راستہ ہی وہ تھا اس لئے پہلے دروازے کی طرف سے آیا، سب کو خیال تھا کہ حضرت کو ہزار تکلیف ہو اس موقع پر اپنا پاؤں سمیٹ لیں گے اتنی دیر میں کیا ہو جائے گا لیکن انہوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی نہ درس موقوف کیا نہ پاؤں سمیٹا، اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے اور وہ پاؤں ہی کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ اب ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل

www.abulhasanalinadwi.org

لرزاں وترساں تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے، کیا ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی یا یہ کہ تذلیل ہوگی۔ مشکیں باندھ لی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ چلو، وہ کھڑا رہا اور وہ دیر تک درس دیتے رہے۔ التفات بھی نہیں کیا اور پاؤں بھی نہیں سمیٹا، مگر خدا جانے ان لوگوں کا کیا اثر ہوتا ہے۔ کہ اس نے کچھ کہا نہیں کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا۔ سننے والی بات جو ہے وہ یہ کہ وہ کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اس نے جا کر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں، آپ جانتے ہیں انہوں نے جواب میں کیا کہا، یہ آبِ زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا۔ انہوں نے کہا اپنے بادشاہ کو سلام کہنا اور کہنا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلا لے یا ہاتھ ہی پھیلا لے، ایک ہی کام ہو سکتا ہے دنیا میں، جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے میں اسی وقت سمجھتا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا۔ الذی یمد رجلہ لا یمد یدہ انہی الفاظ کے ساتھ مورخ نے ان کو نقل کیا ہے۔

اَلَّذِیْ یَمُدُّ رِجْلَہٗ لَا یَمُدُّ یَدَہٗ ط

جامعہ ہدایت کے طلباء اور فضلاء کو ہدایت

میرے دوستو اور بھائیو!

ہمیں ایسے مدرسہ کی ضرورت ہے اور ہم توقع کرتے ہیں کہ جس

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کا نام ہی جامعۂ ہدایت ہے۔ وہاں کے طلبار اور فضلار کو اس سے یہ ہدایت ملے گی کہ وہ یہ غیرت اور خودداری سیکھیں، ان علمار ربانیین سے اور علمار حق سے جن کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے۔ اس خودداری کا سبق سیکھیں کہ یا پاؤں پھیلالیں یا ہاتھ پھیلالیں۔

آج ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو چاہے پاؤں نہ پھیلائیں، میں نہیں کہتا کہ پاؤں پھیلائیں، میں نہیں کہتا کہ آج زمانہ اس جرأت کا متحمل ہے میں نہیں کہتا کہ اس زمانہ کی تہذیب اس کو گوارا کرے گی یا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ بے ضرورت پاؤں پھیلائے جائیں، بے ضرورت پاؤں پھیلانے کی میں تبلیغ نہیں کرتا۔ مگر ضرور کہوں گا کہ ہاتھ نہ پھیلائیں۔ عالم وہ ہے کہ جو ہاتھ نہ پھیلائے، آج ہمارے مدرسوں کو ان آدمیوں کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور دنیا کو اور انسانیت کو ان عالموں کی ضرورت ہے جن کے متعلق تجربہ ہو جائے کہ یہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہیں ہیں۔ اور آج جس بزرگ اور گرامی ذات سے اس جامعہ کا انتساب کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے وہ ہاتھ پھیلانے والے نہیں تھے اور ان کی روح جب ہی خوش ہوگی، جب اس جامعہ سے وہ لوگ نکلیں جو دنیا کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، آج ہمیں یہ منظر نظر آ رہا ہے کہ سب نے کسی نہ کسی شکل میں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ کسی کے ہاتھ پھیلے نہیں ہیں اس لئے کہ ہاتھ پھیلانے کا ان کو موقع نہیں ملا۔ لیکن ہاتھ پھیلنے کے لئے تیار ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ جو ہاتھ پھیلے نہیں ہیں وہ پھیلنے کے لئے بے چین و بے قرار ہیں۔ آج کونسا ہاتھ ہے جو

www.abulhasanalinadwi.org

تڑپ نہیں رہا ہے کہ مجھے پھیلنے کا موقع ملے، آج دنیا ذہنوں کو نہیں ترس رہی ہے، فلسفیوں کو نہیں ترس رہی ہے۔ ع

میرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے

میں یورپ بھی دیکھ آیا ہوں اور مشرق وسطیٰ کا کونہ کونہ میں نے چھانا ہے، آج بڑے بڑے عالموں کی، ادیبوں کی، مصنفوں کی، خطیبوں کی، شاعروں کی، دانشوروں کی، فلسفیوں کی کمی نہیں ہے، آج کمی ہے، اُن اللہ کے بندوں کی، ان قدسی نفوس کی جو کسی شکل میں بھی ہاتھ پھیلانے کے لئے تیار نہیں، وہ موت کو ترجیح دیں گے لیکن ہاتھ نہ پھیلائیں گے، وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں،

دنیا میں سیاسی انقلابات آئیں اور گذر جائیں، حکومتیں قائم ہوں، اور نکل جائیں، ہوا چلے اور بند ہو جائے، کچھ بھی ملک میں ہو لیکن اُن کا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیل سکتا وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کیلئے تیار نہیں اور آپ یقین جانئے کہ یہ زمین و آسمان اس وقت تک صحیح طور پر قائم ہیں، جب تک کسی نہ کسی شکل میں تھوڑی سے تھوڑی تعداد میں خواہ ان کو دیکھنے کے لئے دور بین کی یا خورد بین کی ضرورت پیش آئے لیکن ان کا وجود تو ہو خورد بین بھی تو اسی کو دیکھ سکتی ہے جس کا وجود ہے جس کا سرے سے وجود ہی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں اس کو خوردبین کہاں سے دیکھے گی۔ آج اتنی چھوٹی شکل میں ایسی غیر مرئی شکل میں سہی ان لوگوں کا وجود کہیں تو ہوتا جن کو خوردبین سے دیکھا جا سکتا خدا کا شکر ہے ایسا تو نہیں ہوا کہ دنیا اُنکے وجود سے یکسر خالی ہو جائے لیکن یہ جنس بہت نایاب ہے اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

بس میرے بھائیو! میرے نزدیک مدرسہ کا صرف ایک کام ہے کہ وہ ایسے حقانی اور ربانی علماء پیدا کرے جو صرف یہی نہیں، یہ تو ان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے ضمیر کا سودا کریں نہیں بلکہ وہ دنیا کو جو ضمیر کا سودا کر رہی ہے اس کو سرزنش کر سکیں، اس سے کہہ سکیں کہ انسان کا ضمیر اس سے بہت زیادہ قیمتی ہے کہ وہ روز بکے روز نیلام پر چڑھے، ایک عہدے پر بک جائے، ایک عہدہ، ایک کرسی، ایک خوشنودی، ایک تبسم اس کو خرید لے۔

حضرات!

آپ نے انہی ریاستوں میں اپنے انہی مرکزوں میں ایسے قصے سُنے ہونگے کہ لوگوں نے اپنی شرافت پر آنچ نہیں آنے دی، اپنی عزت پر میل نہیں آنے دیا بڑے سے بڑے نقصان کو گوارہ کر لیا، لیکن اس کے لئے تیار نہیں وہ یہ کہ اپنی اس عزت، اس سطح اور اس معیار سے نیچے اتر آئیں، میں صرف ہندوستان کو نہیں کہتا، میری نگاہ ساری دنیا پر ہے، میں ساری دنیا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، اور یہ میں جو آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں یہ میں ہر جگہ کہہ آیا ہوں یہ نہیں کہ میں آج آپ کے سامنے پہلی مرتبہ کہہ رہا ہوں، میں نے عربوں کے سامنے یہی بات کہی، میں نے ان سے کہا کہ ہم نے، تم سے خودداری کا سبق سیکھا تھا۔ ہم نے

www.abulhasanalinadwi.org

تم سے ایمان کا سبق سیکھا تھا، ہم نے تم سے استقامت کا سبق سیکھا تھا۔ میں نے ناصر کے زمانہ میں جب عرب اپنے آپے میں نہیں تھے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہی تھی اس وقت میں نے ان کا گریبان پکڑ پکڑ کر ان سے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ایک چیز کو غلط سمجھتے ہیں اور آپ اس کے پیچھے اس طرح دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔

عالم ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما رہے:

مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر باعقیدہ ایسے باایمان، ایسے باحوصلہ ایسے باہمت فضلاء پیدا کرے کہ جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا اپنی جگہ پر کھڑا ہے راستہ بتاتا ہے جیسے قبلہ نما کہ آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتا دے گا۔ ہندوستان میں بتائے گا دوسرے ملک میں بتائے گا پہاڑ پر رکھیں تو بتائے گا، پل پر رکھیں تو بتائے گا۔ یہ عالم کا کام ہے کہ ہر زمانے میں ہر جگہ قبلہ نما رہے۔

یہ **جامعہ ھدایت** جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ان مقاصد عالیہ پر ان کی بنیاد رکھی جا رہی ہے اور حقیقت میں ہر دینی مدرسہ کی بنیاد اسی پر رکھی گئی ہے اور یہی اس کی اصل قدر و قیمت ہے ان کو آپ ان کی عمارتوں سے نہ پہچانیے، آپ ان کے بوریوں

www.abulhasanalinadwi.org

اور وہاں کے فرنیچر کی کمی اور وہاں کے پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کی تہی دامنی اور ان کی بے بضاعتی سے ان کا درجہ قائم نہ کیجئے جیسے کہ کہنے والوں نے کہا گدائے شاہی ہیں اور دلق فقیری ہیں وہ شاہانہ مزاج رکھتے ہیں، ان کا مزاج شاہانہ ہے اور ان کا لباس فقیرانہ ہے، یہ ہمارے علماء سلف تھے اور آج انہی علماء سلف کی اس وقت ضرورت ہے۔

مدرسوں نے ہوا کے رخ پر چلنا قبول نہیں کیا

خدا کا شکر ہے کہ ہوا کے رخ پر چلنا مدرسہ کا اصول نہیں ہے اگر مدرسہ کا یہ اصول ہوتا تو وہ کب کے انگریزی کے، عربی کے کالج بن چکے ہوتے، لیکن جو اس وقت چند گنے چنے مدرسے باقی ہیں وہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ مدرسوں نے ہوا کے رخ پر چلنے کو قبول نہیں کیا۔

حضرات! میں ان الفاظ کے ساتھ آپ حضرات کی عزت افزائی کا اور بانیان مدرسہ خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب فائز کی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس اہم اور مقدس اور اس بابرکت اور عالی مرتبہ کام کے لئے مجھ جیسے طالب علم کا انتخاب کیا جو کچھ میرے متعلق کہا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کیجئے کہ اس دن مجھے رسوائی سے بچائے کہ جس دن یوم تبلی السرائر کا ظہور ہوگا۔ اب میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی گذارش کو ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور صحیح معنی میں اس کو مرکز ہدایت بنائے۔ آمین

www.abulhasanalinadwi.org

قطعۂ تاریخ

بموقعۂ تنصیبِ سنگِ بنیاد جامعۂ ہدایت جے پور

بدست مبارک حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

بتاریخ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز یک شنبہ

از نتیجۂ فکر:- جناب خداداد خاں صاحب مونسؔ جے پوری

آسماں سے نزولِ رحمت ہے
بارک اللہ یہ وہ ساعت ہے

قابلِ احترام ہیں وہ لوگ
جن کے سینوں میں دردِ ملت ہے

درسگاہِ علوم و جملہ فنون
وقت کی اک بڑی ضرورت ہے

مرحبا مرحبا یہ سعیٔ جمیل
جن سے وابستہ دین کی عظمت ہے

فکرِ عبدالرحیم سے جاری
فیض سرچشمۂ ہدایت ہے

دستِ پاکِ ابوالحسن ندوی
نیک انجام کی ضمانت ہے

سالِ بنیادِ جامعہ مونسؔ
بخدا خانۂ فضیلت ہے

۱۹۷۶

www.abulhasanalinadwi.org

مشروع رواق « قمر » لجامعة الهداية .

FRONT ELEVATION
OF
QAMAR HOSTEL in JAME-A-HIDAYAT JAIPUR

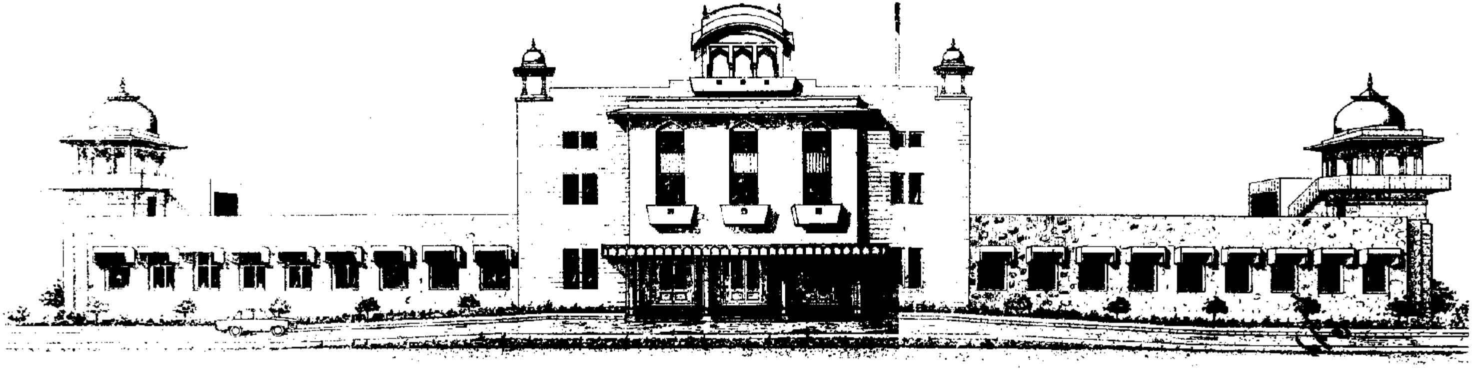

المشروع البنائي — لجامعة الهداية — جيفور ، الهند .

PERSPECTIVE VIEW
OF
PROD. MAIN BLDG. OF JAME-A-HIDAYAT JAIPUR

M.D. SHARMA F.A.I.C.E

www.abulhasanalinadwi.org